کلمۂ طیبہ اور مومن

ابواسعد محمد صدیق
مدرس جامعہ سلفیہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علی سيد المرسلين اما بعد:

اعوذبالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم . الم تر كيف ضرب الله مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت و فرعها في السماء توتي اكلها كل حين باذن ربها ويضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون (سورة ابراهيم:٢٤-٢٥)

کیا تم نے نہیں دیکھا، کس طرح مثال بیان فرمائی اللہ نے کلمہ طیبہ کی۔ وہ ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ زمین میں جمی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ وہ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی پاکیزہ درخت کے ساتھ اور اس کے بعد کلمہ خبیثہ کی گندے درخت کے ساتھ مثال بیان فرمائی ہے۔ درخت کی جڑ ہوتی ہے۔ اس کی شاخیں ہوتی ہیں، اور اس پر پھل لگتا ہے۔ تقریباً ہر درخت ایسا ہی ہوتا ہے، چاہے وہ پاکیزہ درخت ہو یا گندہ درخت۔ لیکن یہاں کلمہ طیبہ کی اس درخت کے ساتھ مثال بیان کی جارہی ہے۔ کہ جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی، اس کی شاخیں بلندی پر ہوں اور وہ اپنے ہر موسم میں خوب پھل دیتا ہو۔

> مشرک نہ قانون فطرت پر قائم رہا اور نہ ہی شرعی دلائل کا پابند۔ بلکہ اس کے برعکس ان نے شرک و کفر کو اختیار کر لیا جس کی جڑ دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتی، اس کو ثابت کرنے کیلئے خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں لیکن تھوڑی سی توجہ کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتا ہے

کلمہ طیبہ سے مراد "**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" ہے۔ یہ کلمہ ایمان کا درخت ہے جس کی جڑ عقیدہ صحیحہ ہے جو مومن کے دل میں راسخ و ثابت رہتا ہے۔ اس کی شاخیں اعمال صالحہ ہیں جو آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، ایمان اور اعمال صالحہ کے اس درخت پر رضائے الٰہی کا پھل مرتب ہوتا رہتا ہے۔ مومن ہر وقت اطاعت و عبادات میں لگا رہتا ہے لہٰذا یہ درخت ایمان ہر وقت پھل دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کلمہ طیبہ سے مراد لا الہ الا اللہ، اور شجرہ طیبہ (پاکیزہ درخت) سے مراد مومن ہے، جس کی جڑ مضبوط ہوتی ہے۔ یعنی وہ زمین پر رہتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اعمال و عبادات میں مشغول رہتا ہے۔ اس کی شاخیں آسمان کی طرف بلند یعنی اس کے وہ اعمال و عبادات جو بارگاہ الٰہی میں آسمان کی طرف لے جائے جاتے ہیں جن پر اجر و ثواب اور رضائے الٰہی کا ثمرہ ثابت ہو جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا:

ان الرجل لیتکلم بالکلمة من الخیر ما یعلم مبلغها یکتب الله له بها رضوانه الی یوم یلقاه (شرح السنة، موطا مالک، ترمذی، ابن ماجه، مشکوٰة المصابیح باب حفظ اللسان)

بلاشبہ ایک شخص کلمہ خیر کہتا ہے حالانکہ وہ اس کی قدر و منزلت کو نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کیلئے قیامت کے دن تک اپنی رضامندی لکھ دیتے ہیں۔

آیت کریمہ میں شجرہ طیبہ سے مراد مومن ہے کہ مومن پاکیزہ درخت کی مانند ہے اس کی تائید وتصدیق مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان من الشجرة شجرة لا یسقط ورقها وانها مثل المسلم فحدثونی ماهی

درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی مثال اسی درخت کی سی ہے، مجھے بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ یہ سن کو لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں اپنی (کم سنی کی) شرم سے نہ بولا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہی اس کے بارہ میں بتلا دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں جو بات آئی تھی وہ میں نے اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو بتلائی تو وہ کہنے لگے کہ اگر تو (اس وقت) کہہ دیتا تو میرے لئے ایسے ایسے قیمتی سرمایہ سے زیادہ محبوب ہوتا (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم)

اب کلمہ خبیثہ کی مثال بیان کی جا رہی ہے۔

ومثل کلمة خبیثة کشجرة خبیثة اجتثت من فوق الارض مالها من قرار

اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایک گندے درخت کی ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے، اس کو کوئی ثبات نہ ہو۔

کلمہ خبیثہ سے مراد شرک اور شجرہ خبیثہ سے مراد مشرک ہے۔ یعنی جس طرح گندے درخت کی جڑ نہ زمین میں گہری ہوتی ہے، اور نہ اس کی شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں، اس کے اوپر کانٹے اگتے ہیں، اس کی شاخوں میں کڑوے اور بدمزہ پھل لگتے ہیں۔ اس کے پاس کوئی جائے تو وہ بدبو سے اس کا استقبال کرتا ہے، ایسے درخت کو کوئی پسند نہیں کرتا، وہ جہاں اگے وہاں سے اس کو اکھاڑ پھینک دیا جاتا ہے۔ اس کو قرار و ثبات نہیں، اسی طرح مشرک ہے کہ اس کے عقائد شرکیہ کی جڑ اس کے دل میں مضبوط نہیں ہوتی اسکے اعمال وعبادات میں اللہ کیلئے اخلاص نہیں ہوتا، لہٰذا اس کے اعمال آسمان کی طرف نہیں اٹھائے جاتے اور اس کے شرکیہ اعمال پر اللہ کے غضب و ناراضگی کا پھل لگتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

وان الرجل لیتکلم بالکلمة من الشر ما یعلم مبلغها یکتب الله بها علیه سخطه الی یوم یلقاه (شرح السنه، موطا مالک، ترمذی، ابن ماجه، مشکوٰة المصابیح باب حفظ اللسان)

اور بلاشبہ کوئی آدمی برا کلمہ زبان پر لاتا ہے جب کہ وہ اس کی حقیقت کو نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس سبب کے قیامت کے دن تک اپنی ناراضگی ثبت فرما دیتے ہیں۔

پاکیزہ درخت کی یہ خوبی بیان فرمائی کہ ''اس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہوتی ہے'' یعنی مومن قانون فطرت پر قائم ہوتا ہے کہ جس پر اس کی ولادت ہوئی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه (صحیح بخاری، تفسیر سورة الروم۔ مسلم کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة)

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، لیکن پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔

اور فرمایا: اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوتی ہیں، یعنی مومن فطرت پر قائم رہتے ہوئے آسمانی ہدایت سے بھی راہنمائی لیتا ہے، یعنی مومن کے پاس یہ فطرتی وجبلی اور شرعی دلائل ہوتے ہیں جن کے ساتھ وہ ہر میدان میں ثابت قدم اور فائز المرام رہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مشرک کے

متعلق فرمایا: گندا کلمہ جیسے گندا درخت، اسے زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جئے، اس کو کوئی قرار و استحکام نہ ہو۔ یعنی مشرک نہ قانون فطرت پر قائم رہا اور نہ ہی شرعی دلائل کا پابند۔ بلکہ اس کے برعکس اس نے شرک وکفر کو اختیار کر لیا جس کی جڑ دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتی، اس کو ثابت کرنے کیلئے خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں لیکن تھوڑی سی توجہ کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتا ہے۔ اسی لئے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں پر نہیں چلتا، لہٰذا مشرک اپنے جھوٹے دلائل کے ساتھ ہر میدان میں بالآخر ناکام و نامراد رہتا ہے۔ اسی لئے بعد والی آیت میں مومن کی ثابت قدمی اور مشرک کی بے قراری کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء.

اللہ ایمان والوں کو ایک پکی بات سے دنیا اور آخرت میں مضبوط کرتا ہے اور اللہ ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔ اور اللہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کو کلمہ طیبہ کی بدولت دنیا و آخرت میں مضبوط و ثابت قدم رکھتا ہے۔ دنیا میں ثابت قدم رہنے سے مراد یہ ہے دنیا میں مومنوں کو کیسی ہی آفات و مشکلات پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو، کلمہ توحید انہیں ہر امتحان میں ثابت قدم رکھتا اور ہر تاریکی میں روشنی دکھلاتا ہے۔

آخرت میں ثابت قدم رہنے سے مراد یہ ہے کہ قبر میں منکر ونکیر سے سوال و جواب ہو یا محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہ کلمہ طیبہ مومنوں کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔

> **ظالم جو کلمہ طیبہ کو چھوڑ کر کلمہ خبیثہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذہن کو پراگندہ اور ان کی مساعی کو پریشان کر دیتا ہے۔ بے دین حقیقی چین و آرام سے دنیا میں بھی محروم رہتے ہیں۔ اور آخرت میں ان کی حرمان نصیبی تو ظاہر ہی ہے**

اس کے برعکس ظالم جو کلمہ طیبہ کو چھوڑ کر کلمہ خبیثہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذہن کو پراگندہ اور ان کی مساعی کو پریشان کر دیتا ہے۔ بے دین حقیقی چین و آرام سے دنیا میں بھی محروم رہتے ہیں۔ اور آخرت میں ان کی حرمان نصیبی تو ظاہر ہی ہے۔

مومنوں کی ہر میدان میں رفعت و بلندی کلمہ طیبہ (کلمہ توحید) کی بلندی کی وجہ سے ہے۔ اور مشرکین ومنافقین کی ہر موقع پر ذلت وپستی ان کے کلمہ خبیثہ (کلمہ شرک) کی وجہ سے ہے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن حکیم یوں اشارہ کرتا ہے:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لم تروھا و جعل کلمۃ الذین کفروا السفلی و کلمۃ اللہ ھی العلیا و اللہ عزیز حکیم (التوبہ: ٤٠)

اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے تو اللہ خود اس کی مدد کر چکا ہے۔ جب کہ کافروں نے اس کو نکال دیا تھا، وہ صرف دو میں سے دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ آتے تھے، اس نے کافروں کا کلمہ پست کر دیا اور بلند و بالا تو اللہ کا کلمہ ہی ہے، اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اس آیت میں کافروں کے کلمے سے شرک اور کلمۃ اللہ سے توحید مراد ہے۔ جس طرح ایک حدیث مین بیان فرمایا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، ایک شخص بہادری کے جوہر دکھانے کیلئے لڑتا ہے، ایک قبائلی عصبیت وحمیت میں لڑتا ہے، ایک اور ریاکاری کیلئے لڑتا ہے، ان میں فی سبیل اللہ لڑنے والا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا

فهو في سبيل الله عزوجل

جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے وہ فی سبیل اللہ ہے۔(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من سال وهو قائم عالما جالسا، مسلم کتاب الامارة باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موت کے بعد قبر میں جب مسلمان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ جواب میں اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، پس یہی مطلب ہے اللہ کے اس فرمان کا ''**يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت**'' (صحيح بخاري، تفسير سورة ابراهيم، صحيح مسلم كتاب الجنة وصفة نعيمها باب عرض مقعد الميت عليه واثبات عذاب القبر)

ایک اثر میں ہے کہ اس سے پوچھا جاتا ہے: **من ربك؟ ما دينك؟ من نبيك؟** تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟

پس اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدمی عطا فرماتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے:

ربي الله، وديني الاسلام، ونبي محمد ﷺ

میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، اور میرا پیغمبر محمد ﷺ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

مومن چونکہ یقین وبصیرت اور کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ زندگی گزارتا ہے لہذا آخرت کے امتحان میں بقائمی ہوش وحواس سرخرو ہوتا ہے لیکن مشرک ومنافق یقین وبصیرت اور کتاب وسنت کے دلائل کے بجائے تقلید وشک کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے لہذا اسے آخرت کے ہر امتحان میں ہوش باختگی اور خجالت اٹھانی پڑتی ہے جیسا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا۔

مومن جب قبر میں پہنچتا ہے تو وہ اپنی قبر میں (اٹھ کر) بیٹھ جاتا ہے، اسے گھبراہٹ اور پریشانی نہیں ہوتی بعد ازاں اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تو کس (دین) پر تھا؟ وہ جواب دیتا ہے، میں اسلام پر تھا۔ پھر اس سے دریافت کیا جاتا ہے یہ (مشہور) شخص کون تھا؟ وہ جواب دیتا ہے وہ شخص محمد ﷺ تھے، وہ اللہ کے رسول تھے۔ وہ اللہ کے ہاں سے روشن دلائل لائے، ہم نے ان کی تصدیق کی پھر اس سے سوال ہوگا، کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ جواب دے گا، کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ اللہ کو دیکھ پائے، پھر دوزخ کی جانب سے ایک کھڑکی کھل جاتی ہے وہ دوزخ کا مشاہدہ کرتا ہے کہ اسمیں توڑ پھوڑ کا سلسلہ جاری ہے تو اس سے کہا جائے گا دوزخ کی جانب دیکھ! جس کے عذاب سے تجھے اللہ نے محفوظ کر لیا ہے۔ پھر اس کیلئے جنت کی جانب سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے وہ جنت کے حسن وزیبائش کا مشاہدہ کرتا ہے اور جو کچھ اسمیں (حوروں اور محلات کیجانب نظر اٹھاتا ہے) پھر اسے بتادیا جاتا ہے:

هذا مقعدك، على اليقين كنت وعليه مت وعليه تبعث ان شاء الله تعالىٰ

یہ تیرا ٹھکانہ ہے اس لئے کہ تو یقین پر تھا اور اسی پر موت سے ہم کنار ہوا اور اگر اللہ نے چاہا تو اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا۔

اور بدکار شخص اپنی قبر میں گھبرایا ہوا اور خوف زدہ حالت میں اٹھ کر بیٹھتا ہے۔ اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تو کس دین پر تھا؟ وہ جواب دیتا ہے میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے سوال ہوتا ہے، یہ شخص کون تھا؟ وہ جواب دے گا، میں نے لوگوں سے جو بات سنی میں نے وہی بات کہی، پھر اس کیلئے جنت کی جانب کھڑکی کھول دیجاتی ہے وہ جنت کے حسن وزیبائش کو دیکھتا ہے اور جو اس میں (حوروں اور محلات کا ملاحظہ کرتا ہے) پھر اس کو کہا جائے گا، دیکھ اللہ نے ان نعمتوں سے تجھ کو دور کر دیا ہے۔ پھر اس کیلئے دوزخ کی جانب سے کھڑکی کھل جاتی ہے وہ دیکھے گا کہ دوزخ میں توڑ پھوڑ ہو رہی ہے، اس سے کہا جائے گا کہ:

مومنوں کی ہر میدان میں رفعت و بلندی کلمہ طیبہ (کلمہ توحید) کی بلندی کی وجہ سے ہے۔ اور مشرکین و منافقین کی ہر موقع پر ذلت و پستی ان کے کلمہ خبیثہ (کلمہ شرک) کی وجہ سے ہے

هـذا مـقـعدک علی الشک کنت وعلیه مت وعلیه تبعث ان شاء الله

یہ تیرا ٹھکانہ ہے تو شک وتذبذب میں رہا اسی پر فوت ہوا اور اگر اللہ نے چاہا تو اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا(ابن ماجه، مشکوٰة المصابیح، باب اثبات عذاب القبر)

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ دلیل و برہان پر قائم انسان اور اپنی خواہشات و آراء کا پیروکار دونوں برابر نہیں ہو سکتے، یعنی ان کا انجام برابر نہیں ہوسکتا:

افـمـن کـان عـلـی بینة من ربه کمن زیـن لـه سـوء عـمـلـه واتـبـعوا اهواء هم (محمد:١٤)

کیا پس وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو اس شخص جیسا ہوسکتا ہے؟ جس کیلئے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کا پیرو ہو؟

انبیاء کرام اور ان کے متبعین کے مسلک و مذہب اور عقیدہ کی بنیاد دلیل وبصیرت پر ہوتی تھی، اسی لئے نبی کریم ﷺ سے اعلان کروایا گیا کہ:

قـل هـذه سبیلی ادعوا الی الله علی بصیرة انا ومن اتبعنی وسبحان الله وما انا من المشرکین (سورة یوسف:١٠٨)

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب کافر پر موت حاضر ہوتی ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔

جو اس کے چہرے اور پیٹھ پر مارتے ہیں پس جب وہ اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اسے (بٹھا کر) بٹھایا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کچھ بھی جواب نہیں دے پاتا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ اس سوال کا جواب بھلا دیتا ہے اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ تیری طرف کون رسول مبعوث ہوا تھا؟

لم یهتد ولم یرجع الیه شیا فذلک قوله تعالیٰ ویضل الله الظالمین

وہ کچھ راہ نہیں پاتا اور نہ ہی آگے سے کچھ کہتا ہے پس یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کا کہ اور اللہ ظالموں پر راہ گم کر دیتا ہے (تفسیر المراغی)

جہاں تک ان آیات کی کلمہ طیبہ یعنی لا الٰـه الا الـلـه کے حوالہ سے خصوصی تفسیر کا تعلق تھا وہ حسب توفیق بالاختصار پیش کر دی ہے۔ اب ہم ان آیات پر عمومی تفسیر کے لحاظ سے بھی غور وفکر کرنا چاہتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کے لفظی معنی "پاکیزہ بات" کے ہیں۔قیل هو کل کلام امر الله بـه من الطاعات .

یعنی ہر وہ کلام جو اطاعت الٰہی کے زمرے میں آئے۔ وہ تمام اقوال واعمال اور اخلاق کلمہ طیبہ میں شمار ہوں گے جن سے اطاعت الٰہی لازم آئے۔کلمہ خبیثہ، کلمہ طیبہ کی ضد ہے جس کے لفظی معنی "گندی بات" کے ہیں۔ قیل هو کل کلام فی معصیة الله۔یعنی ہر وہ کلام جو معصیت الٰہی کے زمرے میں جائے۔ وہ تمام اقوال وافعال کلمہ خبیثہ میں شمار ہونگے جن سے معصیت الٰہی لازم آئے۔

پاکیزہ بات کی مثال پاکیزہ درخت کے ساتھ پیش کی گئی ہے کہ جس طرح پاکیزہ درخت اچھے پھل دیتا ہے جو اس کا نتیجہ ہوتا ہے اسی طرح پاکیزہ بات کا نتیجہ بھی بہت اچھا رونما ہوتا ہے۔ جبکہ گندی بات کو گندے درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح گندہ درخت گندہ پھل دیتا ہے جو اس کا نتیجہ ہی ہوتا ہے اسی طرح گندی بات کا نتیجہ بھی بہت برا سامنے آتا ہے۔

پاکیزہ بات کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان کی بلندی پر کا مطلب یہ ہے کہ اس کا تعلق شریعت اسلامیہ سے ہوتا ہے جس کو بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے جبکہ گندی بات کی جڑ مضبوط نہیں ہوتی اور نہ اس کی شاخیں آسمان کی بلندی پر یعنی اس کا تعلق امور جاہلیت سے ہوتا ہے۔ بس بارگاہ الٰہی میں مقبولیت کا حصول تو دور کی بات، ہر صاحب عقل سلیم کی طبیعت بھی اس سے نفرت کرتی ہے۔

پاکیزہ درخت سے لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں، اس کا پھل کھاتے ہیں۔ چھاؤں میں بیٹھتے ہیں، اس کی لکڑی بھی کام آتی ہے۔ اسی طرح پاکیزہ بات کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں،

اس سے محبت ومودت عام ہوتی ہے، امن وسلامتی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اور ظلم وعداوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ یہی سب کچھ پاکیزہ درخت مسلمان سے مطلوب ہے جس کی صفت حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمومن من امنه الناس علی دمائهم واموالهم (ترمذی نسائی، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان)

مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ انسان ہے جس سے لوگوں کے خون اور مال محفوظ رہیں۔

اس کے مقابلہ میں شجرہ خبیثہ ہے جو مزہ کے لحاظ سے گندہ، رنگ کے لحاظ سے گندہ، بو کے لحاظ سے گندہ۔ اسی طرح گندی بات کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس سے امن تباہ ہوتا ہے، نفرت جنم لیتی ہے اور ظلم و بربریت کو رواج ملتا ہے۔

بہرکیف اچھی بات کا اچھا نتیجہ، اور بری بات کا برا نتیجہ سامنے آتا ہے۔ کیونکہ اچھائی اور برائی برابر نہیں:

ولا تستوی الحسنة ولا السیئة، ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم. ومایلقاها الا الذین صبروا ومایلقاها الا ذو حظ عظیم، واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ بالله انه هو السمیع العلیم (سورة حم السجدہ: ۳٤-۳۵-۳٦)

اور نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی سخت عداوت تھی، وہ جگری دوست بن گیا ہے یہ صفت نصیب نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں اور تم شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

گندی بات کی تردید کی جائے گی چاہے وہ کسی عظیم انسان کی زبان سے صادر ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے آپ کی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا کہ وہ ایسی ایسی ہے یعنی وہ چھوٹے قد والی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **لقد قلت کلمة لو مزج بها البحر لمزجته** (احمد، ترمذی، ابو داؤد، مشکوٰۃ المصابیح باب حفظ اللسان)

اے عائشہ! تو ایسا کلمہ زبان پر لائی ہے کہ اگر اسے سمندر کے برابر پانی میں ملایا جائے تو وہ اس پر غالب آ جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے حج کیا، ازواج مطہرات بھی ساتھ تھیں، راستے میں جا رہے تھے کہ دوران سفر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کہا، اے زینب! اپنی بہن صفیہ کو ایک اونٹ مستعار دے دو۔ زینب کے پاس زائد سواریاں بھی تھیں۔

حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا نے کہا:

انا افقر یهودیتک

میں آپ کی اس یہودیہ کو اونٹ دوں؟

جب نبی کریم ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کی بات سنی تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے آپ ﷺ نے اس سے قطع تعلق کر لیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ آ گئے اور ان سے منیٰ کے دنوں میں بھی کلام نہ کی۔ سفر میں بھی کلام نہ کی یہاں تک کہ مدینہ طیبہ واپس آ گئے، محرم اور صفر گزر گیا، لیکن نہ آپ ﷺ ان کے پاس گئے اور نہ ان کے لئے باری رکھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی طرف سے مایوس ہو گئیں:

فلما کان شهر ربیع الاول دخل علیها فرات ظله

جب ربیع الاول کا مہینہ آیا تو آپ ﷺ ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کا سایہ دیکھا دل میں کہنے لگیں:

ان هذا لظل رجل، وما یدخل علی النبی ﷺ فمن هذا

یہ کوئی اجنبی آدمی کا سایہ ہوگا کیونکہ نبی اکرم ﷺ تو میرے پاس آتے نہیں تو یہ کون ہوگا؟

فدخل النبی ﷺ پس نبی کریم ﷺ اندر داخل ہو گئے۔

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگیں یا رسول اللہ! اب

جب آپ میرے پاس تشریف لے آتے ہیں تو مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کس انداز سے آپ کا استقبال کروں؟

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی تھی وہ اس کو نبی کریم ﷺ سے پوشیدہ رکھتی تھیں تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اسے آپ کیلئے ہبہ کرتی ہوں (مسند احمد، ٦/٣٣٨)

دین اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ بری بات کا جواب بھی پاکیزہ بات کے ساتھ دیا جائے بری بات کرنے والا چاہے اپنا ہو یا بیگانہ۔

قال اراغب انت عن آلهتي يا ابراهيم لئن لم تنته لا رجمنك واهجرني مليا قال سلام عليك (سورۃ مریم:٤٦)

آزر نے کہا کہ اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے، سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا، جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ۔

دیکھئے! یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے برے انداز کے مقابلہ میں اچھا انداز ہی اختیار کیا اور جواب میں پاکیزہ کلمہ (سلام علیک) کہا، جس کی پاکیزگی کا بیان قرآن میں موجود ہے:

فاذا دخلتم بيوتا فلسموا على انفسكم تحية من عند الله مباركة طيبة (نور:٦١)

پس جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں (گھر والوں) کو سلام کہا کرو، یہ اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے۔

یہ خوبی عبادالرحمٰن کی ہے کہ وہ جاہلوں کے جواب میں جہالت کی بات نہیں بلکہ سلام کہہ دیتے ہیں۔

وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (سورہ الفرقان:٦٣)

اور رحمان کے حقیقی بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں اور اگر جاہل ان سے مخاطب ہوں تو کہہ دیتے ہیں سلام۔

ہمارے محبوب نبی ﷺ کی پیاری تعلیم تو یہ بھی ہے کہ گندی بات کا جواب ہی نہ دیا جائے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر برس پڑا اور گالیاں بکنے لگا۔

فصمت عنه ابو بكر.

حضرت ابوبکر نے اس سے پہلو تہی کر کے خاموشی اختیار کی۔ اس نے پھر گالی دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے۔ جب اس نے تیسری مرتبہ گالی دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی بدلہ میں جواب دیا، ابوبکر رضی اللہ عنہا کے جواب دیتے ہی رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ مجھ پر ناراض ہو گئے ہیں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

نزل ملك من السماء يكذبه بما قال لك فلما انتصرت وقع الشيطان فلم اكن لاجلس اذ وقع الشيطان.

آسمان سے ایک فرشتہ اترا وہ تیرے برا کہنے والے کو جھٹلا رہا تھا، جب تو نے بدلہ لینے کیلئے جواب دیا تو شیطان آن پڑا، پھر جب شیطان آن پڑا تو میں بیٹھ نہیں سکتا تھا (ابو دائود، کتاب الادب، باب فی الانتصار)

معلوم ہوا کہ جو شخص برائی کے جواب میں خاموشی اختیار کرتا ہے اس کیلئے اللہ کی طرف سے غیبی مددگار مہیا ہو جاتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان سے بردباری کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالت کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لان كنت كما قلت فكانما تسفهم الملل ولايزال معك من الله ظهير عليهم ما دمت على ذالك

اگر حقیقت میں تو ایسا ہی کرتا ہے جیسا کہ تو کہہ رہا ہے تو گویا کہ تو ان کے منہ پر جلتی راکھ ڈالتا ہے اور ہمیشہ تیرے ساتھ اللہ کی جانب سے ان کے خلاف ایک مددگار (فرشتہ) قائم رہے گا جب تک تو اس حالت وصفت پر قائم رہے گا (صحیح مسلم کتاب البر و الصلة والادب باب صلة

الرحمن و تحریم قطیعتها)

اگر گندی بات کا جواب دینا ہی پڑ جائے تو اس سلسلہ میں ہمارے پیارے نبی ﷺ کا یہ اسوہ حسنہ موجود ہے کہ گندی بات کو زبان پر لائے بغیر جواب دیا جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا:

السام علیکم (تمہیں موت آئے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس کا مفہوم سمجھ گئی اور میں نے اس کے جواب میں کہا:

وعلیکم السام واللعنة (تمہیں پر موت اور لعنت ہو) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مهلا یا عائشة ان الله یحب الرفق فی الامر کله

ٹھہرو! اے عائشہ، اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا تھا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس کا جواب دے دیا تھا کہ وعلیکم (اور تمہیں بھی) (صحیح بخاری، کتاب الادب باب الرفق فی الامر کله)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو گالی دی اور بہت کچھ سخت وسست کہا، آپ نے اس کی طرف التفات نہ کی اور نہ اپنے کلام کو قطع کیا بلکہ اپنے شاگردوں کو اس کی طرف مخاطب ہونے سے منع فرمایا، جب آپ فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو وہ آپ کے ساتھ گھر کے دروازہ تک گیا، آپ وہاں کھڑے ہوگئے اور فرمایا یہ میرا گھر ہے اگر تیری گالیاں کچھ باقی ہیں تو ان کو پورا کرلے یہاں تک کہ تیرے دل میں کچھ باقی نہ رہے وہ شخص شرمندہ ہوا، جب آپ اندر تشریف لے گئے تو وہ پھر گالیاں بکنے لگا، کسی نے اس کو کچھ جواب نہ دیا، اس نے کہا: کیا مجھے کتا سمجھتے ہو؟ اندر سے آواز آئی، ہاں (الخیرات الحسان ،لابن حجر هیثمی: ١٤٠)

یعنی امام صاحب نے طریقہ نبوی کے مطابق جواب دیا کہ جس طرح نبی کریم ﷺ نے لفظ سام (موت) اپنی زبان پر لائے بغیر جواب میں وعلیکم (اور تم پر بھی) فرمایا، اسی طرح امام صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ ہاں تو کتا ہے بلکہ فرمایا: ''ہاں''۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جامعہ سلفیہ کی گولڈن جوبلی تقریبات کے سلسلہ میں

اہم اعلان

نہایت مسرت سے یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ جامعہ سلفیہ 2005 میں اپنی خدمات کے پچاس سال مکمل کررہا ہے۔ (ان شاء اللہ) اس مبارک اور تاریخی موقعہ پر ادارہ جامعہ پچاس سالہ تقریبات (گولڈن جوبلی) شایان شان طریقے سے منعقد کررہا ہے۔ اس مناسبت سے ادارہ ترجمان الحدیث ایک ضخیم اور خصوصی اشاعت کا اہتمام کررہا ہے۔ لہذا ہم تمام علمائے کرام، مشائخ عظام، مفکرین و دانشوران (خصوصا ان احباب سے جو جامعہ کی تاسیس اور تاریخ سے کسی قسم کا تعلق رکھتے ہیں) سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ جامعہ سلفیہ اور اس کی تاریخ کے متعلقہ معلومات، مضامین ارسال فرمائیں تاکہ وہ اس خصوصی اشاعت میں شامل کئے جاسکیں نیز مستقبل کیلئے مفید آراء و مشورے تحریرا بھجوائیں نیز وہ تمام احباب جو کسی بھی مرحلے میں جامعہ سلفیہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے یا جامعہ سے منسلک رہے ہوں وہ اپنے مکمل کوائف اور اپنی دینی و مسلکی خدمات اور موجودہ مصروفیات سے ادارہ کو اولین فرصت سے آگاہ فرمائیں تاکہ ترجمان الحدیث کے خصوصی نمبر میں انہیں نمایاں صفحات میں جگہ دی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین نوٹ:۔ تمام کوائف مرتب ارسال فرمائیں

(ادارہ)

ضرورت تجربہ کار مدرسین

شعبہ تحفیظ القرآن کیلئے مستند قراء کرام کی فوری ضرورت ہے۔

مشاہرہ انتہائی معقول، اور دیگر ضروری سہولیات دی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

رابطہ کیجئے:

قاری نوید الحسن لکھوی

مدرس جامعہ سلفیہ

فون: 041-733382

موبائل: 0300-6623820